باب یازدہم

ایک فیصلہ کن دوراہا

ان سطور کی تحریر کے وقت قمری حساب سے پاکستان کی عمر کے چالیسویں سال کے مکمل ہونے میں چار ماہ سے بھی کم عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ داخلی اور خارجی، اور دینی اور دنیوی جملہ اعتبارات سے پاکستان اِس وقت ایک نہایت اہم اور فیصلہ کن دوراہے پر کھڑا ہے۔

دینی اعتبار سے اِس دوراہے کی اہمیت اور نزاکت قرآنِ حکیم کے دو مقامات کی روشنی میں سمجھ میں آ سکتی ہے:

(۱) سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۸ میں وارد شدہ حسب ذیل الفاظ کی روشنی میں کہ:

﴿عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَکُمۡ ۚ وَ اِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا﴾

''قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحمت نازل فرمائے، لیکن اگر تم نے پھر وہی کچھ کیا (جو پہلے کرتے رہے ہو) تو پھر ہم بھی دوبارہ وہی کچھ کریں گے۔ (جو پہلے کر چکے ہیں)''

اِس ضمن میں ایک عام کہاوت کہ ''زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو'' کے مطابق اور اُس اصول کے تحت جو ہم اِس سے قبل تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ کبھی کبھی مشیت ایزدی کفار اور ملحدین کے ذریعے بھی پوری ہوتی ہے۔ رُوسی قائدین کے اُس قول کا ذکر نامناسب نہ ہوگا جو انہوں نے اب سے لگ بھگ پندرہ سال قبل سقوطِ ڈھاکہ کے حادثۂ فاجعہ کے بعد ہمارے اُس وقت کے سربراہِ حکومت ذوالفقار علی بھٹو کے دورۂ روس کے موقع پر ماسکو میں منعقدہ ایک سرکاری استقبالیہ میں، نہ صرف سفارتی آداب اور رکھ رکھاؤ بلکہ میزبانی کے عام دستور اور قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کہی تھی کہ:

> ''ہم نے جو کچھ مشرقی پاکستان کے معاملے میں کیا، ہمیں اُس پر ہرگز کوئی پشیمانی یا ندامت نہیں ہے، بلکہ ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر برصغیر میں دوبارہ اُسی قسم کے حالات پیدا ہوئے تو ہم پھر وہی کچھ کریں گے جو ہم نے اِس موقع پر کیا ہے۔''

سورۂ محمد ﷺ کی آخری آیت کے الفاظ کی روشنی میں کہ:

﴿وَ اِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ﴾

''اگر تم پیٹھ موڑ لو گے تو اللہ تمہیں چھوڑ کر کسی اور قوم کو قبول فرمائے گا۔''

گویا مشیت ایزدی نے تو ملت اسلامیہ پاکستان کو اسلام کے عالمی غلبہ کا نقطۂ آغاز بننے کی سعادت حاصل کرنے کا بھرپور موقع عنایت فرما دیا ہے۔ اب یہ مسلمانانِ پاکستان کی سعادت یا شقاوت، اُن کے فکر و تخیل کی بلند پروازی یا پستی، اُن کی عالی حوصلگی یا کم ہمتی اور فی الجملہ اُن کی عزیمت یا سہل انگاری پر منحصر ہے کہ وہ ''وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنٰہُ بِہَا'' کی عملی تصویر بنتے ہیں یا ''وَلٰکِنَّہٗۤ اَخۡلَدَ اِلَی الۡاَرۡضِ'' کی مجسم تصویر بن کر ع

''تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں!''

کا مصداق بن جاتے ہیں اور اسلام کے عالمی غلبے کے لیے اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو پسند فرمالیتا ہے۔[1]

[1] قرآنی آیت کے حوالے کے لیے دیکھئے سورۂ اعراف آیت ۱۷۶۔

عجیب اتفاق ہے کہ عین اُس وقت جب راقم کے قلم سے مندرجہ بالا مصرعہ تحریر میں آیا، روزنامہ جنگ لاہور کا ۱۷/فروری ۸۶ء کا شمارہ آن پہنچا، جس کی رُو سے برصغیر پاک و ہند کے ''باب الاسلام'' (یعنی سندھ) کے ایک اتنے معمر سیاستدان نے کہ اُنہیں بقول خود اُن کے سابق وزیر اعظم بھٹو مرحوم کے ختنہ کی تقریب میں شرکت کا دعوت نامہ ملا تھا، کہا ہے کہ:

''میں مطمئن ہوں کہ پاکستان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا کیونکہ یہ نفرت کا گہوارہ بن چکا ہے۔''

چنانچہ واقعہ یہی ہے کہ اِس وقت ہم ایک نہایت فیصلہ کن دورا ہے کے عین سرے پر کھڑے ہیں۔ اور ہر صاحب بصیرت کو بچشم سر نظر آ رہا ہے کہ:

ایک جانب ہمارے قومی و ملی وجود کا موجودہ دینی و مذہبی، دستوری و سیاسی اور اخلاقی و عملی ''منظر'' اور اُس کا چالیس سالہ ''پس منظر'' ہے جو بظاہر شیکسپیئر کے الفاظ (To Be or Not to be is the Question) ——— کے سوالیہ نشان کے ساتھ ایک عقدۂ لاینحل کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ نتیجتاً ملک و ملت بالکل اُس کیفیت میں نظر آ رہے ہیں، جس کا نقشہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۳ میں ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے کہ ﴿وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ﴾ ''تم لوگ آگ کے ایک گڑھے کے بالکل کنارے پر تھے۔'' اور بظاہر یہ محسوس ہو رہا ہے کہ، خاکم بدہن، مکمل تباہی ہمارا مقدر بن چکی ہے۔

دوسری جانب امت مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ کا طویل پس منظر اور اس کا بالخصوص گزشتہ چار سو سال کا معاملہ ہے، جس کے حوالے سے دل کی آنکھوں کے سامنے ایک نہایت روشن اور تابناک رُخ سامنے آتا ہے اور باطن کے کانوں سے نہ صرف ''اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے بہت قریب ہے۔''[1] کا مژدہ سنائی دیتا ہے بلکہ ''اللہ کی جانب سے مدد اور فتح قریب ہی ہے۔''[2] کی نوید جانفزا بھی سنائی دیتی ہے۔

[1] ﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (سورۃ الاعراف، آیت:۵۶)

[2] نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ۔ (سورۃ الصّف، آیت:۱۳)

تاہم یہ واضح رہنا چاہئے کہ جب کہ متذکرہ بالا تاریک رُخ کے منفی نتائج اپنی منطقی انتہا کو پہنچ چکے ہیں، جو ٹھوس واقعات کی صورت میں بالفعل موجود ہیں، روشن رخ کی حیثیت صرف ایک ''موقع'' کی ہے جو اگر گنوا دیا گیا تو ''اَلْوَقْتُ سَيْفٌ قَاطِعٌ'' (وقت ایک تیز دھار تلوار ہے) کے مطابق پھر کبھی ہاتھ نہ آ سکے گا اور ملت اسلامیہ پاکستان ﴿وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ○﴾ یعنی ''تیزی سے گزرنے والا زمانہ گواہ ہے کہ انسان گھاٹے اور خسارے میں ہے!'' کی مجسم تفسیر بن کر رہ جائے گی۔ اعاذنا الله من ذلك!

اساسی عقدہ اور اُس کے منفی نتائج

جیسے کہ ہم اس سے قبل واضح کر چکے ہیں، ہمارے قومی اور ملی وجود کا اساسی عقدہ (Dilemma) تو یہ ہے کہ ہم نے پاکستان کی صورت میں ایک ایسا ملک قائم کیا ہے جس کی اساس واحد بلکہ واحد منطقی جواز صرف اور صرف ''اسلام'' ہے، چنانچہ ایک عوامی اسلامی جذبے کے سوا اِس کے استحکام کی کوئی دوسری ٹھوس اساس موجود نہیں ہے، لیکن اسلام کے ساتھ بحیثیت مجموعی ہمارے واقعی اور عملی تعلق کا حال حد درجہ مایوس کن بلکہ ع

''ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے!''

کا مصداق کامل ہے! —— تاہم اِس ایک جملے (Statement) سے نہ صورتِ حال کی پوری نزاکت اور ''گھمبیرتا'' کا احساس ہوتا ہے، نہ اُن منفی اثرات کا پورا اندازہ ہوتا ہے جو اس اساسی عقدے کے منطقی نتائج کے طور پر ہمارے قومی و ملی وجود پر دینی و مذہبی، اخلاقی و عملی، دستوری و ریاستی اور سیاسی و انتظامی ہر اعتبار سے مرتب ہوئے ہیں، اِن میں سے بعض پر اس سلسلۂ مضامین میں اِس سے قبل تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے، بعض کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہ زیر بحث موضوع کے دائرے سے براہِ راست متعلق نہ تھے۔ ذیل میں اُن سب کا ایک مختصر خاکہ دیا جا رہا ہے:

۱) ریاست کی سطح پر ہمارا حال یہ ہے کہ تا حال کوئی متفق علیہ دستور موجود نہیں ہے۔ آج سے دواڑھائی سال قبل تک ملک کے اکثر سیاسی حلقے ۱۹۷۳ء کے دستور پر اتفاق کا اظہار کر رہے تھے، لیکن اوّلاً مارشل لاء کی طوالت اور پھر ایک فردِ واحد کے آمرانہ اقدامات نے، جن کی ابتداء ''ریفرنڈم'' نامی ڈھونگ سے ہوئی تھی، شدید ردّ عمل پیدا کر دیا ہے اور اب متعدد طاقتور اور مؤثر حلقے ایک نئی دستور یہ کے انتخاب اور نئے دستور کی تدوین کے مطالبے یا براہِ راست کنفیڈریشن کے نعرے کے ساتھ میدان میں اتر چکے ہیں۔

۲) سیاسی سطح پر فوج کی مسلسل ''سرپرستانہ نگرانی'' نے قوم کو بحیثیت مجموعی تا حال ''نابالغ'' بنایا ہوا ہے۔ چنانچہ عوامی سطح پر سیاسی شعور کا خوفناک حد تک فقدان ہے جس کے نتیجے میں ملک بھر میں کوئی ایک بھی ایسی قومی سیاسی جماعت موجود نہیں ہے جو ایک طرف خود منظّم بھی ہو اور ملک گیر بھی، دوسری طرف قومی نقطۂ نظر بھی رکھتی ہو اور واضح نظریاتی اساس بھی، تیسری طرف ایک مضبوط اور باصلاحیت قیادت بھی رکھتی ہو اور مخلص اور بے نفس کارکنوں کی معتد بہ تعداد بھی، اور چوتھی جانب عوام میں قابل لحاظ حد تک پذیرائی بھی رکھتی ہو اور اثر و نفوذ بھی۔

۳) معاشی سطح پر شدید افراطِ زر اور اِس سے پیدا شدہ ہولناک گرانی کا سامنا ہے۔ اور ؎

''چہروں پہ جو سرخی نظر آتی ہے سرِشام
یا غازہ ہے یا ساغر و مینا کی کرامات!''

کے مصداق جو مصنوعی خوشحالی نظر آتی ہے وہ غیر ملکی قرضوں کے ہمالہ ایسے پہاڑ کی ''کرامت'' ہے جو سیاسی اور معاشی اعتبار سے انتہائی تباہ کن ہے یا ملک سے باہر کام کرنے والوں کی خون پسینے کی کمائی کی فوری اور عارضی ''برکت'' ہے، جو مآل کار کے اعتبار سے اخلاقی اور سماجی سطح پر سخت مضر اور نقصان دہ ہے۔ پھر وہ عارضی برکت بھی اب ختم ہوا چاہتی ہے جس سے فوری معاشی بحران کا خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے۔

۴) قومی سطح پر ہمارا شیرازہ سخت پراگندگی کے عالم میں ہے اور مختلف النوع نسلی (Ethnic)، لسانی (Linguistic) اور علاقائی (Regional) عصبیتوں کے فروغ نے قومی یکجہتی کو شدید ضعف سے دوچار کر دیا ہے۔

۵) نظریاتی سطح پر قوم کے ذہین عناصر اور تعلیم یافتہ طبقات میں مغربی افکار و نظریات سے پیدا شدہ مادہ پرستانہ اور ملحدانہ اندازِ فکر اور جدید تہذیب و ثقافت کا پروردہ اباحیت پسندانہ نقطۂ نظر تو پہلے ہی سے موجود تھا، اب اُس کی منطقی انتہا یعنی مارکسزم اور کمیونزم نے بھی ہماری نوجوان نسل کے ایک خاص بڑے حلقے میں قدم جما لیے ہیں۔

۶) اخلاقی سطح پر قوم کا دیوالہ نکلا ہوا ہے اور اخلاقیات کی اسلامی اور ایمانی سطح تو درکنار، عام انسانی سطح پر بھی ہم اخلاق کے بحران (Moral Crisis) سے دوچار ہیں۔ اور جیسے کہ اِس سے قبل تفصیل سے عرض کیا جا چکا ہے، دراصل ہم بحیثیت قوم اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی سزا اور پاداش کے طور پر ''نفاقِ عملی'' میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

۷) دینی سطح پر اسلام کے ساتھ عملی تعلق کے اعتبار سے ہم جس ؏

''ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے!''

کی کیفیت سے دوچار ہو چکے ہیں اُس کی تفصیل تو پہلے آ چکی ہے، ایمان کے اعتبار سے بھی حالت انتہائی دگرگوں ہے۔ اِس لیے کہ عوام کی سطح پر تو ''ایمان'' بالعموم ایک عقیدہ (Dogma) کی ایسی پوٹلی کے مشابہ ہے جو ذہن کے کسی ایک کونے میں رکھی ہوئی ہو اور جس سے انسان کے اخلاقی رویے اور عملی اقدار (Value Structure) کا کوئی تعلق نہ ہو۔ اور خواص میں سے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی اکثریت یا باضابطہ الحاد (Atheism) کی شکار ہے یا کم از کم تشکک (Scepticism) اور لاادریت (Agnosticism) سے دوچار ہے، اور علماءِ دین کے حلقے میں ایک کثیر تعداد اُن علماء سوء کی موجود ہے جن کی عملی روش سے ہویدا حب دنیا، حب مال اور حب جاہ اُن کے ''ایمان'' کی ناگفتہ بہ حالت کی غمازی کر رہی ہے، مزید برآں اُن کی پیدا کردہ فرقہ واریت کی ہولناکی روز بروز بڑھ رہی ہے اور قومی سطح پر تشتت وانتشار (Chaos) میں ایک مزید اور حد درجہ تشویشناک سمت (Dimension) کا اضافہ کر رہی ہے۔

(۸) داخلی احوال وکوائف کی ان تہہ بر تہہ تاریکیوں لله ﴿ظُلُمٰتٌ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ﴾ سورۂ نور آیت ۴۰ پر مستزاد ہیں۔ بین الاقوامی سیاست، خارجی تعلقات اور خاص طور پر اردگرد کے حالات اور اِس خطے کی علاقائی سیاست (Geo-Politics) کی شدید تشویشناک کیفیات جن کی بناء پر جو شدید خطرہ (Challenge) پاکستان کے وجود کو اِس وقت لاحق ہے وہ اِس سے قبل کبھی نہ ہوا تھا۔ اس لیے کہ اصلاً اپنی داخلی کمزوریوں کے باعث اور ثانیاً بھارت کی پیدائشی دشمنی کی بناء پر ہم ایک سپر پاور کا سہارا لینے پر تو ہمیشہ ہی مجبور رہے ہیں۔ جس کے عین وقت پر دھوکہ دینے کا نہایت تلخ تجربہ ہمیں ۱۹۶۵ء تا ۱۹۷۱ء ہو چکا ہے، تاہم ۱۹۷۹ء میں افغانستان میں روسی فوجوں کے داخلے کے بعد اُس نے ایک بار پھر ہمیں ''محاذ پر سینہ سپر ریاست'' (Fron Line State) —— کی حیثیت سے اہمیت دینی شروع کر دی تھی، اور اس میں ہرگز کوئی شک نہیں کہ ایک مرتبہ پھر امریکہ کے سابق سیکرٹری آف سٹیٹ مسٹر ڈلس کے نام سے معنون دور (Dulles Era) —— کی یاد تازہ کر دی تھی۔ لیکن اب وہ صورت حال تبدیل ہو رہی ہے اور ایک جانب افغانستان کے مسئلے پر امریکہ اور روس کے مابین مفاہمت کے اندیشے نے ہمارے پاؤں تلے کی زمین کو سرکانا اور کھسکانا شروع کر دیا ہے، تو دوسری جانب راجیو گاندھی کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے امریکہ نے بھارت کی خوشنودی حاصل کرنے کی جو سر توڑ کوشش شروع کی ہے اُس کی بناء پر ہمیں فی الواقع دن میں تارے نظر آنے لگے ہیں، اور بھارت کے سفارتی عہدیداروں اور سیکرٹریوں کے اندازِ تخاطب میں بھی ''ایاز قدرِ خود بشناس!'' کا سا انداز پیدا ہو چکا ہے۔

الغرض! ''عین پیری میں ہلال آسا کمر خم کھا گئی!'' کے مصداق عین اُس وقت جب کہ خارجی حالات کے پیش نظر ہمیں کامل قومی یکجہتی و ہم آہنگی، بلند حوصلگی اور عالی ہمتی اور قوت عزیمت ومقاومت کی شدید ضرورت ہے، ملک وملت کا داخلی منظر ع

''دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا!''

کا نقشہ پیش کر رہا ہے اور شدید اندیشہ ہے کہ مارشل لاء کے ''خاتمے'' (یا ''نیم خاتمے'') پر جو سیاسی سرگرمی شروع ہوئی ہے وہ ایک دو ماہ تک گھمسان کے رن کی صورت اختیار کر لے گی اور اس کے نتیجے میں ملک یا باضابطہ خانہ جنگی اور سول وار سے دوچار ہو جائے گا یا چوتھا مارشل لاء نافذ ہو جائے گا، اور یہ دونوں ہی صورتیں ملک وقوم کے مستقبل کے اعتبار سے سخت خوفناک اور حد درجہ تباہ کن ہوں گی۔ اعاذنا اللّٰہُ مِنْ ذالِك!

پاکستان کے بقاواستحکام کے لوازم

اِس پس منظر میں ہر صاحبِ فہم وشعور انسان لامحالہ اسی نتیجے تک پہنچے گا کہ ملک وملت کے استحکام ہی نہیں بقا تک کے لیے حسب ذیل چیزیں ناگزیر اور لازمی ہیں:

۱) ایک ایسا طاقتور انسانی جذبہ جو جملہ حیوانی جبلتوں پر غالب آ جائے اور قوم کے افراد میں کسی مقصد کے لیے تن من لگا دینے حتیٰ کہ جان تک قربان کر دینے کا مضبوط ارادہ اور قوی داعیہ پیدا کر دے۔

۲) ایک ایسا ہمہ گیر نظریہ جو افرادِ قوم کو ایک ایسے مضبوط ذہنی وفکری رشتے میں منسلک کر کے بنیانِ مرصوص بنا دے جو رنگ، نسل، زبان اور زمین کے تمام رشتوں پر حاوی ہو جائے اور اس طرح قومی یک جہتی اور ہم آہنگی کا ضامن بن جائے۔

۳) عام انسانی سطح پر اخلاق کی تعمیرِ نو، جو صداقت، امانت، دیانت اور ایفاءِ عہد کی اساسات کو از سرِ نو مضبوط کر دے اور قومی وملی زندگی کو رشوت، خیانت، ملاوٹ، جھوٹ، فریب، ناانصافی، جانبداری، ناجائز اقربا پروری اور وعدہ خلافی ایسی تباہ کن برائیوں سے پاک کر دے۔

۴) ایک ایسا نظامِ عدلِ اجتماعی (System of Social Justice) جو مرد اور عورت، فرد اور ریاست اور سرمایہ اور محنت کے مابین عدل و اعتدال اور قسط وانصاف، اور فی الجملہ حقوق وفرائض کا صحیح وحسین توازن پیدا کر دے۔

۵) ایک ایسی مخلص قیادت جس کے اپنے قول وفعل میں تضاد نہ آئے اور جس کے خلوص واخلاص پر عوام اعتماد کر سکیں۔

تحریکِ پاکستان کے تاریخی اور واقعاتی پس منظر، اور پاکستان میں بسنے والوں کی عظیم اکثریت کی فکری وجذباتی ساخت، دونوں کے اعتبار سے یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اِس ملک میں یہ تمام تقاضے صرف اور صرف دین ومذہب کے ذریعے اور اسلام کے حوالے اور ناتے سے پورے کیے جا سکتے ہیں، کیونکہ، جیسے کہ ہم ناقابلِ تردید دلائل اور شواہد سے ثابت کر چکے ہیں علامہ اقبال مرحوم کے حسب ذیل اشعار خواہ اِس وقت دنیا کی کسی دوسری مسلمان قوم پر پوری طور پر صادر نہ آتے ہوں، ملت اسلامیہ پاکستان کے ضمن میں صد فی صد درست اور کمالِ صداقت وحقانیت کے مظہر ہیں کہ ؂

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ!
اُن کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں؟
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی!